سِرّی اَدب میں ابنِ صفی کی خدمات

ڈاکٹر خورشید احمد گورچیہ ، صدر شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج جڑانوالہ

تو ناظرین باتمکین!

"سیاقیانِ خم خانۂ اسمار وجرعہ نوشانِ افکار بادۂ ساغر" قرطاس کو اس طرح مملو کرتے ہیں کہ جب زمرد شاہ باختری نے طلسم ہزار شکل سے رہائی پائی۔ اس کے وزیر باتدبیر نے صلاح بتائی کہ ملک کوہ عقیق گلزار سلیمان کا بادشاہ عالی جاہ فوج بے کراں پہلو انانِ دوراں رکھتا ہے اور اس ملک سے ڈانڈا طلسم، ہوشربا کا ملا ہے۔ حاکم طلسم افراسیاب جادو شہنشاہ ساحراں نہایت زور آور ہے کہ نہیب شمشیر سے اس کے سرکشانِ دہر کانپتے اور تھراتے ہیں اور سحر آزمائی سے سامری عہد اور جمشید روزگار کان پکڑتے ہیں اصلاحِ وزیر زمرد شاہ سمتِ کوہ عقیق روانہ ہوا اور قطع منازل وطے مراحل جب....."

تو ناظرین باتمکین کے سانس رک جاتے، محفل میں سناٹا چھا جاتا اور سامعین تجسس کے عالم میں دم بخود بیٹھے رہتے۔ عجب گومگو کی کیفیت میں سامعین اگلے جملے سننے کے مشتاق بیٹھے رہتے۔

قصہ گو ہلکی سی پھریری لیکر..... جس کا اثر سامعین پر بھی ہوتا..... قصے کی کڑیاں ملانی شروع کر دیتا۔ حاضرین میں سے ہر شخص اسرار و تحیر کی دنیا میں گم قصہ سنتا رہتا اور قصہ اسرار وطلسم کی اوگھٹ گھاٹیوں میں ڈوبتا ابھرتا، خوف ودہشت کی وادیوں میں خاک چھانتا..... میدانِ جنگ کے بڑے بڑے مناظر اور خوفناک جنگلوں میں سے ہوتا ہوا کوہ قاف کے جنوں، پریوں، بھوتوں پرتیوں کی دل ہلا دینے والی مجلسوں میں اپنے خیمے گاڑتا آگے بڑھتا رہتا حتی کہ تارے اونگھنے لگتے اور مجلس میں سے کوئی صاحب انگڑائی لے کر دیئے کی بتی کو ذرا سا اکساتے اور قصہ گو چونک کر قصہ کو ایسی جگہ چھوڑ دیتا جہاں سامعین کی دلچسپی دم توڑ رہی ہوتی محفل سے اصرار ہوتا۔ ادھر سے انکار ہوتا۔ اتنے میں سپیدۂ سحری نمودار ہوتا اور قصہ گو سب کچھ چھوڑ چھاڑ اٹھ بیٹھتا اور باقی کل کہہ کر سامعین کے دلوں میں تجسس کی شمع روشن کر کے محفل برخاست کر دیتا تھا۔

زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ نہ اب وہ ناظرین باتمکین رہے ہیں جو ساری ساری رات بیٹھ کر کہانیاں سنتے رہے ہیں نہ وہ قصہ گو رہے ہیں جو سامعین کی دلچسپی کا سلسلہ ٹوٹنے نہیں دیتے تھے لیکن کہانیوں کا رسیا انسان نہیں بدلا۔ وہ ایسی کہانیاں سننا چاہتا ہے جس سے اس کی رگوں میں سنسناہٹ پیدا ہو۔ تجسس بیدار ہو اور وہ چند لمحوں کے لیے ہی صحیح اپنے غم زدہ ماحول سے نجات حاصل کر سکے اس طرح کہانی خواہ داستان کی ہو یا رومانی تاریخی ناولوں اور افسانوں کی یا جاسوسی ناولوں کی ہو اپنے اندر تفریحی عنصر رکھتی ہے جس سے قارئین کی دلچسپی قائم رہتی ہے۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ کہانی میں جس قدر تجسس موجود ہوگا اسی قدر اس میں قاری کی دلچسپی کا زیادہ سامان ہوگا۔ کسی بھی زبان کی داستانوں کی کامیابی کا انحصار تجسس پر ہی ہوتا تھا۔

انیسویں صدی کے آخری ربع میں انگریزی سیاسی تسلط کی بنا پر معاشرتی زندگی میں عظیم انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ داستانوی ادب کی جگہ ناولوں نے لے لی تھی بیسویں صدی کے پہلے ثلث میں مشینی دور کی مصروفیات نے افسانہ نگاری کو جنم دیا۔ کہانی سننے کا شوقین انسان کہانی کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اور بڑے بڑے ضخیم ناول پڑھنے کا وقت اس کے پاس نہیں تھا۔ اس لیے افسانہ نگاری نے کہانی کی ضرورت کو پورا کیا لیکن افسانہ ابتدا ہی میں ترقی پسندوں کے ہتھے چڑھ گیا اور حقیقت نگاری کے نام پر عریانی وفحاشی کو ادب میں پیش کیا جانے لگا۔

بیسویں صدی کا قاری جن پری بھوت چڑیل کے وجود کو تسلیم نہ کرتا تھا نہ وہ جادوئی گولوں، اڑن کھٹولوں ہی کا قائل تھا وہ ہر پراسرار حرکت کی وجہ جاننے کا مشتاق تھا سائنسی ترقی نے اس کے ذہنی افق کو بے حد وسیع کر دیا تھا۔ وہ اسرار پسند ضرور تھا لیکن وہ ایسی کہانیاں چاہتا تھا جس کے کردار جن پری نہ ہوں۔ کوہ قاف کی ان دیکھی دنیا کی جگہ وہ اپنے گردوپیش کے واقعات سے روشناسی چاہتا تھا۔ چنانچہ قیام پاکستان سے قبل نیلی چھتری اور بہرام کے کارناموں پر مشتمل دو ایک ناول چھپے۔ لوگوں نے ان کی پذیرائی بھی کی۔

داستانوں میں خیر اور شر میں تصادم ہوتا اور داستان کے آخر تک خیر کی قوتیں شر پر غالب آتیں۔ جن دنوں ابن صفی نے ناول نگاری کا آغاز کیا ان دنوں ایم اسلم اور رئیس جعفری کے ناولوں نے اردو قارئین کو مسحور کر رکھا تھا اور لوگ یہ بھول ہی گئے تھے کہ ناول رومانی اور تاریخی ہونے کے علاوہ بھی کچھ ہوسکتا تھا۔ ضخیم ناولوں میں عہد ماضی کے قصے بیان کئے جاتے تھے۔ ان دنوں ایک محفل میں (ان دنوں ابن صفی الہ آباد میں تھے) ابن صفی نے یہ چیلنج قبول کیا کہ قارئین صرف رومانی تاریخی ناول پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جاسوسی دنیا کے نام سے ناول لکھنے کا آغاز کیا اور اردو ادب میں جاسوسی ناول متعارف کروائے اور ان جاسوسی ناولوں کی وساطت سے احمد کمال فریدی اور ساجد حمید، قاسم جیسے کرداروں سے روشناس کروایا۔ اختر شیرانی مرحوم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے کردار سلمیٰ اور عذرا کے بارے میں لوگ اس قدر پر یقین تھے کہ وہ ان کرداروں کو تلاش کرتے تھے بالکل یہی حالت ابن صفی مرحوم کے کردار فریدی حمید اور قاسم کے ساتھ بھی پیش آئی۔ قارئین کی ایک بڑی تعداد ان کرداروں کو گوشت پوست کا انسان سمجھتی تھی۔ پھر ابن صفی نے ایک اور دھماکہ کیا اور علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس آکسن کا لازوال کردار تخلیق کیا۔ یہ کردار اس قدر زندہ اور حقیقی معلوم ہوتے ہیں کہ ابن صفی کے مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں۔ ان کرداروں کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ بعض تخلیقی صلاحیتیں رکھنے والے مصنفین ایچ اقبال اور مشتاق قریشی اور انوار صدیقی نے بھی انہی کرداروں پر طبع آزمائی کی حتیٰ کہ بعض مصنفین نے بچوں کی عمران سیریز بھی شائع کرنی شروع کر دی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ ہمیں داستانی کرداروں کے مافوق الفطرت پہلوؤں پر اعتراض ہے لیکن فریدی کے مافوق الفطرت سُپر مین قسم کے کرداروں کو ہم آسانی سے قبول کر لیتے ہیں، کردار ہماری دنیا کے نہیں ہوتے اس کی وجہ بظاہر سمجھ میں آتی کہ مافوق الفطرت تھے جبکہ فریدی ہماری دنیا کا انسان ہے داستانوں کا ہیرو تن تنہا کئی جادوگروں پر بھاری رہتا تھا اور طلسمات کو توڑتا چلا جاتا تھا۔ ابن صفی کا یہ کردار بھی تن تنہا قوی دشمنوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ ملک دشمن عناصر، سماج دشمن افراد، غیر ملکی جاسوس تخریب کار سب فریدی کے نام سے کانپتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ دیکھا جائے تو اقبال نے جس مرد مومن کا تصور پیش کیا ہے فریدی کا کردار مرد مومن کی صفات رکھتا ہے۔ وہ باطل کے سامنے سینہ سپر ہے۔ وہ باطل قوتوں کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتا وہ بارسوخ مجرموں کی بیخ کنی کرتا تھا۔ ہم جب فریدی کو مجرموں کو بے نقاب کرتے دیکھتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں وہ ہمارا آئیڈیل کردار ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے ہم سب فریدی جیسے ہوجائیں بے باک، نڈر، ایماندار، محب وطن اور ناقابلِ تسخیر لیکن جب اپنے آپ میں سے کسی شخص کو بھی ایسا نہیں دیکھتے، منافقت، سماج دشمنی، ضمیر فروشی، رشوت خوری عام دیکھتے ہیں تو ہم فریدی سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

فریدی کے کردار حمید اور قاسم ہماری تفریحی ضرورتوں کو پورا کرنے کا باعث ہیں۔ یہ کردار تفریح مہیا کرنے کے باوجود فحش حرکات کے مرتکب نہیں ہوتے۔ بس زبانی جمع بندی سے کام لیتے ہیں۔ حمید عورت خور مشہور ہے لیکن وہ حرام کاری میں ملوث نہیں وہ بھی محب وطن اور ایماندار ہے لیکن فریدی کے مقابلے میں کمزور ہے اور قاسم کا کردار ایسی ناہمواری کو جنم دیتا ہے کہ قاری ہنستے ہنستے بے حال ہوجاتے ہیں۔ ابن صفی کے ایسے ناول ازحد

مقبول ہوئے جن میں قاسم اپنی حماقتوں سمیت جلوہ گر ہوتا ہے۔ عمران بظاہر بے وقوف نظر آنے والا انسان..... جس کے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برستے ہیں بباطن نہایت ذہین انسان ہے وہ ایک خفیہ تنظیم کا سربراہ ایکس ٹو ہے لیکن اس کے قریبی ساتھیوں کو بھی اس کی اس دہری حیثیت کا علم نہیں ہے یہ کردار ذہانت سے بھرپور ہے۔ عمران کو بھی اپنے وطن سے ازحد محبت ہے وہ وطن دشمن عناصر کا سرکچل کر ازحد خوشی محسوس کرتا ہے اور ہم سب اس کی خوشی میں شریک ہوتے ہیں۔ عمران پسندوں کی تعداد فریدی پسندوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔

برٹرینڈرسل نے ایک دفعہ کہا تھا۔

"ان افسانوں میں جنہیں صرف تصوراتی ہونے کا دعویٰ ہوتا ہے زیادہ واقعیت ہوتی ہے۔ بہ نسبت ان سنجیدہ کارناموں کے جو حقائق مہیا کرنے کے دعویدار ہوتے ہیں..... اس کی ایک مثال سائنسی افسانے ہیں جنہیں اب تک محض نوجوانوں کی تفریح کا ذریعہ اور تخئیلی دنیاؤں پر مبنی کہا جاتا رہا ہے! لیکن اب ہم آہستہ آہستہ مجبور ہورہے ہیں کہ انہیں پر مغز پیش بینوں کی حیثیت سے دیکھیں۔"

ابن صفی نے جہاں اپنے ناولوں میں اپنے شہروں اور قصبوں میں رونما ہونے والے واقعات کو موضوع بنایا ہے وہاں انہوں نے سائنس فکشن بھی تحریر کئے ہیں اور ان کے سائنس فکشن پڑھ کر ان کی سائنسی معلومات پر حیرت ہوتی ہے۔ قدیم داستانوں میں جادو کا بٹن دبایا جاتا تہہ خانہ نمودار ہوجاتا، دیوار کو ہاتھ لگایا جاتا تو دیوار شق ہوجاتی اور کوئی دروازہ نمودار ہوجاتا، جادوگر زمین پر زور سے پاؤں مارتا تو زمین کا سینہ پھٹ جاتا۔ اب جاسوسی ناولوں میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے، لیکن جاسوسی ناول نگار اسے کسی جادوگر کی کارستانی پر محمول نہیں کرتا وہ اس کی سائنسی توجیہ کرتا ہے اور میکنزم کا سہارا لیتا ہے۔ اگر بٹن دبانے سے تہہ خانہ نمودار ہوتا ہے تو اس کے نیچے میکنزم کا جال بچھا ہوتا ہے۔

اُردو کی داستانوں کو ادب عالیہ میں شمار کیا جاتا ہے اور جاسوسی ناول اور جاسوسی کہانیاں پڑھنا ناپسندیدہ فعل تصور کیا جاتا ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جاسوسی قسم کی کہانیوں میں جرائم پیشہ افراد کو پیش کیا جاتا ہے جس سے جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور جرائم کے نئے نئے طریقے سامنے آتے ہیں۔ ابن صفی نے ایک دفعہ اپنے ایک دیباچے میں لکھا تھا کہ ہابیل قابیل کے واقعہ سے پہلے کسی نے جاسوسی کہانی نہیں لکھی تھی پھر بھی زمین پر پہلا انسان قتل ہوگیا تھا اور کوّے کو بھائی کی لاش ٹھکانے لگانے کے لیے رہنمائی کرنی پڑی تھی۔ اس طرح قتل انسانی فطرت میں شامل ہے اس طرح بدفطرت انسان جرائم بھی کرتے ہیں۔ لیکن ابن صفی کی کوئی ایک کہانی ایسی بتادیجیئے جس میں جرائم پیشہ افراد کو قانون پر بالاتری حاصل ہوئی ہو ماسوائے سیریز ٹائپ کہانیوں کے..... جن میں اگلی کہانی کے لیے مجرم کو قائم رکھنا ضروری تھا ابن صفی کے بعض کردار فریدی کی طرح ناقابل تسخیر نظر آتے ہیں ابن صفی نے ان کرداروں کو کئی جگہ قائم بھی رکھا ہے یہ بین الاقوامی مجرم ہیں ان میں سنگ ہی، تھریسیا، بمبل بی آف بوہیمیا، ٹویوڈا، جیرالڈ شاستری، ڈاکٹر ڈریڈ گنتی کے چند کردار ہیں۔ ان کرداروں کا ایک جواز یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھی حیات ابدی بخش رکھی ہے۔ اقبال نے مرد مومن کے مقابلے پر ابلیس کا تصور بھی پیش کیا ہے جو دراصل قرآنی تصور ہے۔ ابن صفی کے برے کردار اور سماج دشمن جرائم پیشہ کردار مرد مومن کے لیے چیلنج ہیں۔ فریدی اور عمران جو مرد مومن کی سی صفات رکھتے ہیں وہ ایمان کی قوت سے سرشار ہیں اور کئی بار ابلیسی قوتوں سے نبرد آزما ہوکر فتحیاب ہوئے ہیں۔ شر و خیر کا تصادم ہی تو کہانی کو آگے بڑھانے کا باعث بنتا ہے۔

علامہ اقبال نے کہا تھا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تابہ امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

جاسوسی ناول نگار پر جرائم کی حوصلہ افزائی کا الزام غلط ہے خاص طور پر ابن صفی پر تو ایسا الزام تہمت معلوم ہوتا ہے۔ ابن صفی اصلاح معاشرہ پر یقین رکھتے تھے۔ انہوں نے

اپنے ناولوں میں معاشرے کے ان ڈھکے چھپے گوشوں سے پردہ اٹھایا ہے جن کے نیچے گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ وہ صرف گندگی اور بو کی نمائش نہیں کرتے بلکہ اس گندگی کو دور کرنے کی سعی بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم کے موقع پر فاتح فوجوں نے مفتوح علاقوں کی عورتوں سے جو سلوک کیا تھا۔ ابن صفی کا جادو نگار قلم اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔ "روشی ایک اینگلو برمیز عورت تھی..... کبھی لڑکی بھی رہی ہوگی..... لیکن یہ بہت پرانی بات ہے..... یہ اس وقت کی بات ہے جب سنگاپور پر جاپانیوں نے بمباری کی تھی اور جدھر جس کے سینگ سمائے تھے بھاگ نکلا تھا۔ روشی چودہ سال کی ایک لڑکی تھی۔ اس کا باپ سنگاپور کا ایک تاجر تھا لیکن بہت بڑے تاجر کی بیٹی ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ روشی تین دن کے فاقے کے بعد ایک کپ چائے کے عوض لڑکی سے عورت نہ بن جاتی..... ہوسکتا ہے اس کے باپ کو ایک کپ چائے بھی میسر نہ آئی ہو..... کیونکہ اس میں لڑکی سے عورت بننے کی صلاحیت نہیں تھی۔ بہرحال روشی اس کے انجام سے آج بھی ناواقف تھی اور اب وہ پچیس سال کی ایک پختہ کار عورت تھی..... لیکن گیارہ سال قبل کی روشی نہیں تھی..... چائے کا وہ کپ اسے آج بھی یاد تھا اور وہ اب تک ایک نہیں درجنوں آدمیوں کو ایک ایک کپ چائے کے لیے محتاج کرچکی تھی۔" (بھیانک آدمی۔ عمران سیریز)

اور جب وہ عمران کے طرزِ عمل سے متاثر ہوکر تائب ہوتی ہے تو اس کا ردعمل یہ ہوتا ہے۔

"مشورہ..... میں جانتی ہوں" روشی خشک لہجے میں بولی۔ "آپ یہی کہیں گے کہ اب باعزت طور پر زندگی بسر کرو۔ لیکن میں اس مشورے کا احسان اپنے سر پر نہیں لینا چاہتی۔ ذلیل سے ذلیل آدمی بھی اکثر ضرور سوچتا ہے کہ اسے باعزت طور پر زندگی بسر کرنا چاہیئے۔" ان جملوں کو پڑھ کر منٹو، خواجہ احمد عباس، عصمت چغتائی، اور کرشن چندر کے۔ "طنز کی یاد تازہ ہوگئی ہے۔ ابن صفی چونکہ ترقی پسند نہیں تھے اس لیے حقیقت کے نام پر وہ عورت کو عریاں نہیں کرتے۔

ابنِ صفی جاسوسی ناول نگاری کے آغاز کا پس منظر بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"پھر ایک دن ایک ادبی نشست میں کسی بزرگ نے کہا۔ "اردو میں صرف جنسی افسانوں کی مارکیٹ ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بکتا۔ میں نے کہا۔ "یہ درست ہے۔ لیکن ابھی تک کسی نے بھی جنسی لٹریچر کے سیلاب کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔" کسی طرف سے آواز آئی۔ "یہ ناممکن ہے جب تک کوئی متبادل چیز مقابلے پر نہ لائی جائے۔ "متبادل چیز" میں نے سوچا..... میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں" یہ ۱۹۵۱ء کے اواخر کی بات ہے جب افسانوی ادب بشمول ناول میں افسانویت کے علاوہ اور سب کچھ بکثرت پایا جاتا تھا اور ناول میں ناولٹی مفقود تھی۔ میں نے اس ناولٹی پر زور دیتے ہوئے جاسوسی ناول لکھنے کا فیصلہ کیا۔ جنوری ۱۹۵۱ء کی بات ہے جنوری ۵۲ء میں میرے مشورے پر ادارہ نکہت نے ماہانہ جاسوسی ناولوں کا سلسلہ شروع کیا۔ سلسلے کا نام "جاسوسی دنیا" تجویز ہوا۔ اب تک ایک سو اسی ناول لکھ چکا ہوں (بیسویں صدی کے ساتویں عشرے کی بات ہے) ان میں صرف آٹھ جزوی یا کلی طور پر انگریزی سے ماخوذ ہیں باقی سب طبع زاد ہیں الہ آباد میں صرف سات ناول لکھے تھے اس کے بعد اگست ۵۲ء میں کراچی آگیا تھا۔ باقی سب یہیں لکھے پھر ۵۶ء میں کراچی سے عمران سیریز کے ناول شروع کیے۔" (بقلم خود۔ الف لیلیٰ ڈائجسٹ ابنِ صفی نمبر) ابنِ صفی ہر ماہ دو ناول تحریر کرتے تھے اور قارئین کو ان کے ناولوں کا انتظار اس شدت سے رہتا تھا کہ بک اسٹالوں پر پیشگی بکنگ ہوجاتی تھی۔ خود راقم الحروف کئی مرتبہ اس لیے محروم رہ گیا کہ پیشگی بکنگ نہ کرا سکا تھا اب بحمداللہ ابنِ صفی کے ناولوں کا مکمل سیٹ میرے پاس محفوظ ہے۔

ذکر ہورہا تھا ابنِ صفی کی زود نویسی کا وہ ہر ماہ جاسوسی دنیا اور عمران سیریز کا ایک ایک ناول لکھتے مجھے نہیں معلوم یہ ناول کس تعداد میں چھپتے تھے لیکن ان کے ناولوں کو پڑھنے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی تھی۔

ایک ایک ناول کئی کئی ہاتھوں میں پہنچتا تھا۔ اکثر لائبریریاں بھی دن کے حساب سے نہیں گھنٹوں کے حساب سے ناول کرایہ پر دیتی تھیں اور شاید ہی کوئی ناول ہوگا جو ایک ہی نشست میں نہ پڑھا جاتا ہو۔

جن دنوں ابنِ صفی نے جاسوس ناول نگاری کا آغاز کیا تیر تھ رام فیروز پوری کے ترجمہ شدہ جاسوسی ناول عام تھے شرلاک ہومز اور آرسین لوپن کے کردار اور قارئین کو لبھاتے تھے۔ ظفر عمر نے آرسین لوپن کے کردار کو بہرام کے روپ میں اس طرح پیش کیا کہ وہ طبع زاد محسوس ہونے لگا۔ شرلاک ہومز ایک ذہین جاسوس کے طور پر جانا جاتا تھا جو ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر سارا معمہ عقل کے بل پر حل کرلیا کرتا تھا ابنِ صفی کے کردار صرف ڈرائنگ روم کے کردار بننے کے بجائے میدانِ عمل میں مصروفِ کار نظر آتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ابنِ صفی کے کردار ان کے طبع زاد ہیں یا انہوں نے کسی یورپی ناول نگار کے کرداروں سے متاثر ہوکر انہیں تراشا ہے۔ جو بھی صورتحال ہو ابنِ صفی کے کرداروں کی تراش خراش خالص مشرقی ماحول میں ہوئی ہے۔ گزشتہ چالیس پینتالیس سالوں میں جاسوسی ناولوں کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے اس کا باعث صرف اور صرف ابنِ صفی مرحوم ہیں۔ ان کے قریب ترین حریف اکرم الہ آبادی تھے۔ انہوں نے خان بالے اور شوکت کے کردار تراشے تھے لیکن اہلِ نظر جانتے ہیں کہ خان بالے اور شوکت کے کردار ابنِ صفی کے فرید۔ حمیدی اور قاسم کے بھونڈی نقل (کیری کیچر) میں نظر آتے ہیں۔ ابنِ صفی کے ناولوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور شاید ہی کوئی ناول نگار ہوگا جس نے سینکڑوں کی تعداد میں ناول تحریر کیے ہوں اور ہر ناول معرکتہ الآرا ہو۔

دشمنوں کا شہر، لاشوں کا آبشار، زہریلا آدمی، ڈاکٹر دعاگو، لاش کا بلاوا، زہریلی تصویر، لاشوں کا بازار، شعلوں کا ناچ، موت کی چٹان، طوفان کا اغوا عمران کا اغوا کے سلسلے کی کہانیاں عمران ہی کے یادگار سلسلے ہیں دلچسپ حادثہ زہریلا سیارہ اور ڈیڑھ متوالے۔ شعلوں کے سلسلے کی تمام کہانیاں اور ڈاکٹر ڈیڈ اور زمین کے بادل ابنِ صفی کے معرکتہ الآرا ناول ہیں یوں تو شاید ہی کوئی ناول ہوگا جو کمزور کہانی یا کمزور کردار نگاری کی بنا پر قارئین کی توجہ مبذول نہ کرواسکا ہوگا۔

ابنِ صفی ایک مصلح تھے۔ وہ اپنے گردوپیش کی دنیا کو سنوارنا چاہتے تھے اس کے لیے کبھی وہ طنز کا حربہ اختیار کرتے ہیں اور کبھی سنجیدگی سے اپنی بات کہتے ہیں روشی بیان میں طنز کی کاٹ ہمیں محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح "دشمنوں کا شہر" کا نادر ایک پیشہ ور مولوی کا وعظ سن کر راہِ راست پر آجاتا ہے وہ مرجانا قبول کرتا ہے لیکن راہ راست سے ہٹنا پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے اپنے بیشتر ناولوں میں کرداروں کے نفسیاتی تجزیے کیے ہیں۔ لاشوں کا آبشار میں ڈاکٹر نارنگ اور زہریلا آدمی کا سکتر صاحب نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہیں اسی کشمکش نے ان کو مجرم بنادیا ہے آزادی کے بعد ہمارا جو رویہ من حیثیت القوم رہا ہے ابنِ صفی نے کئی ناولوں میں ان پر بھرپور طنز کی ہے۔

ابنِ صفی ایک مخلص انسان تھے اور خلوصِ دل سے قانون کی حاکمیت کے قائل تھے۔ "لاش کا بلاوا" ناول میں وہ اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں اگر تم قانون کو ناقص سمجھتے ہو تو اجتماعی کوششوں سے اسے بدلنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے اگر اس کی ہمت نہیں ہے تو ہمیں اس قانون کا پابند رہنا پڑے گا۔ اگر تم اجتماعی حیثیت سے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھاسکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اسے سے متفق ہو اب اگر متفق ہونے کے باوجود بھی تم اس کی حدود سے نکلنے کی کوشش کرو تو تمہاری سزا موت ہی ہونی چاہیے۔" زہریلا سیارہ" میں کرنل فریدی کی زبان سے یہ جملے سنیے۔ ہوٹل کا ڈائریکٹر اسے کہتا ہے کہ وہ تو انقلابی معلوم ہوتا ہے۔

"حدود اللہ میں رہ کر یقیناً انقلابی ہوں، اللہ کبھی اس پر برہم نہیں ہوسکتا کہ کوئی قوم اپنے حالات کو مدنظر رکھ کر اپنے وسائل کی تقسیم کا مناسب انتظام کرلے۔"

"بات تو سچی ہے جناب۔ ہماری تاریخ میں ایسے سربراہان مملکت بھی گزرے ہیں جو سر کے نیچے اینٹ رکھ کر کھردرے فرش پر سویا کرتے تھے، وہ اپنے لئے محل نہیں بناتے تھے۔"

ابن صفی کے یہ جملے ایک مصلح اور واعظ کے جملے معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ اس وعظ کو اپنے فن میں اس طرح سمو کر پیش کرتے تھے کہ اس سے فن متاثر نہیں ہوتا البتہ قاری ضرور متاثر ہوتا تھا اس طرح ابن صفی ایک مصلح کا کردار بھی ادا کرتے تھے۔ "دشمنوں کا شہر" کی ابتدا ایک پیشہ ور مولوی کے وعظ سے کروائی ہے۔ خدا کے پیغام کے زبردست اثر سے ایک عادی جرائم پیشہ شخص نادر کی تالیف قلب ہوجاتی ہے اس سے ابن صفی کا نقطہ نظر کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ اگر نظام مصطفےٰ ﷺ قائم کردیا جائے تو جرائم کا قلع قمع ہوجائے گا۔ ابن صفی جرائم کے ساتھ ساتھ جرائم کے بنیادی اسباب کو تلاش کرنے اور انہیں دور کرنے کے حق میں ہیں اگر جرائم کے اسباب ختم نہیں ہوں گے تو ایک مجرم مرے گا تو دس اس کی جگہ لے لیں گے۔ زندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر بڑا واضح اور مثبت ہے۔ ابن صفی کا ناول "اونچا شکار" ان حکام مجرموں کی کہانی ہے۔ جو اس بھروسے پر جرم کرتے ہیں کہ وہ سرآوردہ انسان ہیں ابن صفی ایسے جرائم پیشہ سربراہ کے سر ضرور کچلتے ہیں "شیطان کی محبوبہ" میں وہ ہمیں ہماری بے حسی پر یہ کہہ کر چونکاتے ہیں۔"

"ہماری زمین کے سینے میں کیا نہیں ہے۔ مگر ہم مفلس ہیں..... کاہل ہیں..... ہمیں باتیں بنانی آتی ہیں۔ ہم تقریریں کرسکتے ہیں ایک دوسرے پر اپنی ذہنی برتری کا رعب ڈال سکتے ہیں ایک دوسرے کی جڑیں کاٹنے کے لئے اپنی بہترین ذہنی، صلاحیتیں ضائع کرسکتے ہیں لیکن ہم سے تعمیری کام نہیں ہوسکتے۔"

ابن صفی اسمگلروں، بلیک مارکیٹروں، بلیک میلروں، جواریوں، جعلسازوں کی عبرتناک داستانیں بیان کرتے اور مجرموں کے انجام سے جرائم کی راہ روکتے ہیں وہ مزاح کی شیرینی سے بھی کام لیتے ہیں اور طنز کے تیر بھی برساتے ہیں غیر ملکی سفارت خانوں کے ذریعے ملکی سالمیت کو پہنچنے والے نقصان کی نشاندہی بھی کرتے ہیں اندرون ملک غداروں کا محاسبہ بھی کرتے ہیں۔ بیسویں صدی سائینسی ایجادات کی صدی ہے جس نے انسان سے انسان ہونے کا شرف چھین لیا ہے انوکھے رقاص" میں ان کی طنز کی نشتریت ملاحظہ ہو۔ ایک شخص قتل ہوگیا ہے لیکن دوسرے انسان اسی طرح محو رقص رہتے ہیں ابن صفی اس پر لکھتے ہیں۔

موسیقی کی لہریں فضا میں منتشر ہوتی رہیں، رمبا کا دور چلتا رہا۔ قطعی یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ آج یہاں کوئی آدمی کسی حادثے کا شکار ہوگیا تھا..... وہ سب یا تو پاگل تھے یا چوپائے..... بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے ہرنوں کے کسی جھنڈ پر کسی شکاری نے فائر کیا ہو۔ ایک گرا دوسرے بھاگ نکلے۔ پھر جہاں ان کے پیر تھے وہیں پھر چرنا چگنا شروع کردیا۔ اپنے نقصان سے بے نیاز۔ بے پروا..... ساز چیخ رہے تھے۔ پیر متحرک تھے۔ سڈول پیٹر سبک اور سڈول پنڈلیاں..... لیکن شاید وہ جسم ہی جسم تھے..... مشینوں کی طرح متحرک جسم لیکن..... دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے لیکن کہا ہو..... پھر دوسرے سازوں نے چیخنا شروع کردیا۔ "یہ بیسویں صدی ہے، ناچو، ناچتے رہو..... ایک آدمی کی موت پر مغموم ہوکر کیا کروگے ہوسکتا ہے کل تم سب ہی جانوروں کی طرح مرجاؤ، ہائیڈروجن بموں سے پھیلنے والی وبائیں تمہیں چٹ کر جائیں تم سب ایک ایسی کشتی میں سوار ہو جو ڈوبنے والی ہے۔ پھر کسی دوسرے کے متعلق سوچ کر کیا کروگے۔ اپنی اپنی فکر کرو۔ تم سب اس بڑے بہت بڑے دھماکے کے منتظر ہو جس سے بچ کر کہیں نہ جاسکو گے..... کل زمین کے چیتھڑے اڑجائیں گے میٹھے پانی کے چشموں سے زہر ابلے گا..... مستقبل صرف ایک دھماکہ ہے۔ جس کی پشت پر دنیا کی بہترین عقلیں ہوں گی مگر وہ خود عقل سے بے نیاز ہوگا۔ تم سب سائنسی جہالت کا شکار ہونے والے ہو۔"

کیا ابن صفی کی یہ تحریریں اس لئے نظر انداز کردی جائیں گی کہ ان پر جاسوسی ناول کا لیبل لگا ہوا ہے۔

درحقیقت یہ تحریریں ایم اسلم۔ رئیس جعفری کے بے مغز ناولوں سے زیادہ اہم ہیں۔ منٹو، عصمت چغتائی، غلام عباس، کرشن چندر، خواجہ احمد عباس اور احمد ندیم قاسمی کی تحریروں سے یہ زیادہ جاندار تحریریں ہیں عالمی سیاست پر اور عالمی غنڈہ گردی پر ابن صفی کے تبصرے حیرت انگیز حد تک حقیقت کی عکاسی کرتے ہیں۔ ابن صفی کے نقال بہت سے ہیں لیکن ان میں کوئی ابن صفی نہیں ہے۔ میں ان مصنفین سے گزارش کروں گا کہ وہ ابن صفی کے کرداروں پر طبع آزمائی کرنے کی بجائے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نئے کردار تخلیق کریں۔ اگر ان میں تخلیقی صلاحیتیں موجود ہیں تو ان کے تخلیق کردہ کردار بھی ضرور کامیاب ہوں گے۔ کسی قاری نے ابن صفی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اگاتھا کرسٹی کی طرح لکھا کریں انہوں نے قاری سے سوال کیا تھا کہ اگاتھا کرسٹی کیوں نہیں ان کی طرح لکھتیں۔ بس یہی بات میں نقال حضرات سے کہوں گا کہ وہ کسی کے نقال کیوں بنیں۔ کیوں نہ ایسا ادب تخلیق کریں کہ دوسرے ان کی نقالی کریں انعام درانی نے لکھا ہے۔

"مجھے حیرت ہے کہ جس مقدار میں ابن صفی نے لکھا ہے ان کی متعدد تخلیقات میں معیاری حسن اور داستان گوئی کے پیچ و خم اور زیروبم کیونکر برقرار رکھے جاسکتے ہیں..... یقیناً یہ ابن صفی کی انفرادیت ہے اور اسے انہوں نے اپنا لہوجلاکر برقرار رکھا ہے..... مجھے یقین ہے کہ جاسوسی ادب کے بارے میں چوٹی کے نقادوں کی الرجی ایک دن ختم ہوگی اور اس صنف افسانہ کو بھی "درخوراعتنا قرار دے کر ابن صفی کو وہ مقام دیں گے جس کے وہ واقعی مستحق ہیں۔" (الف لیلیٰ ڈائجسٹ۔ ابن صفی نمبر) ابن صفی اردو کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا مصنف ہے اس پر پی ایچ ڈی سطح کا تحقیقی کام ہونا چاہیئے۔ مغربی ممالک نے جاسوسی ناولوں پر فلمیں بنائیں۔ مقالات لکھے صنف اسرار ورموز واضح کئے ہیں۔ جامعہ کراچی کو ابن صفی پر تحقیقی کام ضرور کروانا چاہیئے اس سے جاسوسی ناول نگاری کے فن کے خدوخال ابھریں گے اور ابن صفی کے فنی کمالات بھی نمایاں تر ہوکر سامنے آئیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ
صدر شعبۂ اردو
گورنمنٹ کالج جڑانوالہ
ضلع فیصل آباد (پنجاب)